کانگریس پارٹی نے بابا صاحب امبیڈکر کو مسلسل نظرانداز کیا اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی

جی ایل رینہ
سابق ممبر قانون ساز کونسل

بابا صاحب امبیڈکر اور ان کی یادیں مستقل اور دیرپا ہیں، اور یہ لاکھوں لوگوں کو رہنمائی فراہم کرتی رہیں گی، چاہے کانگریس ان کی میراث کو مٹانے اور غلط انداز میں پیش کرنے کی کتنی ہی کوشش کرے۔ بابا صاحب امبیڈکر کے انتقال کے بعد ان کے جسد خاکی کو لے جانے کے لیے ریاستی طیارہ فراہم کرنے سے انکار؛ دہلی یا اس کے ارد گرد ان کی یاد میں کوئی یادگار بنانے کے لیے جگہ مختص نہ کرنا؛ انہیں بھارت رتن نہ دینا؛ یا پارلیمنٹ کے مرکزی ہال میں ان کی تصویر کی تنصیب کے معاملے میں انہیں نظرانداز کرنا۔ یہ چند مثالیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ کانگریس پارٹی نے اس ملک کے ایک عظیم فرزند کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کے انتقال کے بعد بھی مسلسل اور انتہائی ناقص سلوک کیا۔

یاد رکھیں! بابا صاحب کوئی عام شخصیت نہیں تھے۔ وہ درج فہرست ذاتوں سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے عظیم رہنما تھے جو گمنامی سے نکل کر غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک بنے اور اپنی روشن شخصیت، بلند معیار اور حوصلہ افزا بلوغت سے سب کو متاثر کیا۔ ان کی زندگی، مشکلات کے باوجود، ایک عزم رکھنے والے مثالی شخص کی کہانی بیان کرتی ہے۔ انہوں نے اپنی محنت، حب الوطنی، اور مستقبل کے لیے اپنی بصیرت کے ذریعے مذہب، خطے، اور ذات پات کی تنگ حدود کو عبور کیا اور ہندوستانی معاشرے کے تمام طبقات کے لیے ایک تحریک بنے۔

کانگریس کی شاطرانہ نظراندازی

کانگریس پارٹی اپنے قومی ہیروز اور عظیم شخصیات کو نظرانداز کرنے کے لیے بدنام ہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ نہرو-گاندھی خاندان کو کسی بھی عظیم اور متاثر کن شخصیت کے سامنے دبنے سے بچانا چاہتی تھی۔

اسی لیے ہمیں دہلی جیسے قومی دارالحکومت میں نیتاجی سبھاش چندر بوس، شہید اعظم بھگت سنگھ، آئرن مین سردار پٹیل، پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد یا سی راج گوپال اچاریہ کی یاد میں کوئی اہم یادگار نظر نہیں آتی۔ یہاں تک کہ بھارت کے جنگی شہداء کی یاد میں بھی کوئی مناسب یادگار نہیں تھی، یہاں تک کہ این ڈی اے حکومت نے وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت میں اس پر توجہ دی۔

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر یا بابا صاحب جیسا کہ انہیں مقبول عام میں جانا جاتا ہے، بھی ان نظرانداز کیے گئے ہیروز میں شامل ہیں۔ یہ نظراندازی لاپرواہی یا غلطی سے نہیں تھی بلکہ ایک دانستہ، سوچا سمجھا اور چالاکانہ اقدام تھا تاکہ ان کی یاد کو کمزور کیا جا سکے اور صرف ایک خاندان کو ہندوستان کے وارث کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

بھارت رتن اور یادگاروں میں بے اعتنائی

بابا صاحب کو بھارت رتن کا اعزاز کانگریس کی حکومت کے دوران کبھی نہ ملا۔ یہ اعزاز انہیں 1991 میں جنتا پارٹی کے دور حکومت میں دیا گیا۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے مرکزی ہال میں ان کی تصویر کی تنصیب بھی ایک مثال ہے۔

نہرو-گاندھی خاندان کے ارکان کی تصاویر کو پارلیمنٹ میں پہلے سے نصب کیا گیا؛ مثلاً، موتی لال نہرو کی تصویر 1957 میں، جواہر لال نہرو کی 1966 میں، اندرا گاندھی کی 1987 میں، اور راجیو گاندھی کی 1993 میں نصب کی گئی۔ جبکہ بابا صاحب کی تصویر 12 اپریل 1990 کو نصب کی گئی، جب وی پی سنگھ وزیر اعظم تھے۔

بی جے پی حکومت کے تحت بابا صاحب کا احترام

بی جے پی نے ڈاکٹر امبیڈکر کو بھارت کا ایک اہم رہنما تسلیم کیا۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے بابا صاحب کی یاد میں "پنچ تیرتھ" کا تصور پیش کیا، جس میں ان کے پیدائش کی جگہ "جنم بھومی"، لندن میں ان کا رہائشی مقام، "دکشا بھومی" ناگپور میں، جہاں انہوں نے بدھ مت کو قبول کیا، "مہاپری نروان ستھل" دہلی میں، اور "چیتیہ بھومی" ممبئی میں شامل ہیں۔

نتیجہ

جیسا کہ وزیر اعظم نریندر مودی نے کہا، "کانگریس اور اس کے بدعنوان نظام نے ڈاکٹر امبیڈکر کی میراث کو مٹانے اور ایس سی/ایس ٹی طبقے کو ذلیل کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ اپنایا۔"

لیکن بابا صاحب امبیڈکر اور ان کی یاد ہمیشہ زندہ رہے گی اور لاکھوں لوگوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنی رہے گی۔

(نوٹ: جی ایل رینہ سابق ممبر قانون ساز کونسل جموں وکشمیر اور بی جے پی کے ترجمان ہیں)

امداد باہمی کے ادارے: ہمہ گیر اور مبنی بر شمولیت عالمی مستقبل کی کلید

جناب مرلی دھر موہول
امداد باہمی اور شہری ہوابازی کے مرکزی وزیر مملکت

نئی دہلی میں منعقدہ حالیہ بین الاقوامی امداد باہمی اتحاد (آئی سی اے) عالمی امداد باہمی کانفرنس 2024 میں، 100 سے زائد ممالک کے قائدین کے ایک نمایاں عالمی اجتماع سے بڑھ کر ایک اہتمام تھا، یہ ہمہ گیر اور مساوی بنیادوں پر مستقبل کا تعین کرنے کے سلسلے میں امداد باہمی کے اداروں کی فزوں تر ہوتی ہوئی اہمیت کا ایک بین ثبوت تھی۔ وزیر اعظم جناب نریندر مودی نے اقوام متحدہ کے بین الاقوامی سال برائے امداد باہمی ادارے 2025 (آئی وائی سی 2025) کا آغاز کیا، یہ ایک اہم عالمی پہل قدمی تھی جس کا مقصد اقوام متحدہ کے ہمہ گیر ترقیات اہداف (ایس ڈی جی) کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں امداد باہمی کے اداروں کے ذریعہ ادا کیے جانے والے اہم کردار کو نمایاں کرنا تھا۔ اس سال عالمی اقتصادیات اور سماجی صورتحال کے معاملے میں ایک فیصلہ کن سال ثابت ہوگا جہاں امداد باہمی کے اداروں کو نہ صرف یہ کہ مقامی ترقی کا ایک ذریعہ تسلیم کیا جائے گا بلکہ انہیں عالمی اقتصادی ترقیات کے معاملے میں ایک کلیدی شرکائے کار کے طور پر بھی اہمیت حاصل ہوگی۔

امداد باہمی پر مبنی نمونہ: معاشرے میں مضمر، عالمی اثرات مرتب کرنے کے لیے کمربستہ

امداد باہمی ماڈل کے قلب میں ایک سادہ تاہم از حد قوی نظریہ مضمر ہے: ایک ساتھ کام کرنے والے عوام باہمی فائدے کے لیے کام کرتے ہیں۔ امداد باہمی کے ادارے اجتماعی ملکیت، ساجھیداری پر مبنی ذمہ داریوں اور ایک جمہوری فیصلہ سازی کے عمل پر زور دیتے ہیں۔ یہ تمام تر اصول ایسے ہیں جنہوں نے پوری دنیا میں قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ زراعت سے لے کر حفظان صحت تک، مالی خدمات سے لے کر توانائی پیداوار تک یہ کامیابی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بھارت میں، امداد باہمی کے ادارے دیہی ترقیات میں کافی اہم ثابت ہوئے ہیں۔ امول اور دیگر مماثل امداد باہمی کے ادارے امداد باہمی کے ماڈلوں کے مضمرات کا ایک بین ثبوت ہیں۔ یعنی یہ ادارے دونوں یعنی اقتصادی ترقی اور سماجی انصاف کا راستہ ہموار کرتے ہیں۔ مزید برآں، امول جیسی دودھ کی صنعتیں دیہی علاقوں میں خواتین کی اختیار کاری کے ذریعہ خواتین کی قیادت والی ترقی کا راستہ ہموار کرتی ہیں۔ یہ تمام خواتین اپنی کاروباری سرگرمیوں کے لیے دودھ پیدا کرنے والی سوسائٹیوں کے ساتھ مربوط ہیں۔ اپنے امداد باہمی پر مبنی ماڈل کے توسط سے، ایسے امداد باہمی کے ادارے قائدانہ کردار، ہنرمندی ترقیات اور مالی تقویت کا موقع فراہم کرتے ہیں جس کے ذریعہ خواتین اقتصادی خودکفالت حاصل کر سکتی ہیں، اس طرح اس کے ذریعہ معاشرے اور معیشت میں ان کا کردار مزید مستحکم بنتا ہے۔

امداد باہمی ماڈل کو فروغ دینے کے سلسلے میں بھارت کی قیادت

بھارت نے کافی عرصے سے اقتصادی تغیر اور سماجی ترقی کے معاملے میں امداد باہمی کے اداروں کی قدر و قیمت تسلیم کی ہے۔ وزیر اعظم جناب نریندر مودی کی آئی سی اے عالمی امداد باہمی کانفرنس میں موجودگی نے امداد باہمی پر مبنی تحریک کے سلسلے میں بھارت کی عمیق عہد بندگی کو اجاگر کیا ہے۔ بین الاقوامی سال برائے امداد باہمی 2025 کے آغاز کے موقع پر ان کا خطاب ایسا تھا جس نے خودکفالت، خوشحال ملک کی تعمیر کے معاملے میں امداد باہمی کے اداروں کا کردار اجاگر کیا۔ وزیر اعظم کے خطاب میں امداد باہمی کے شعبے کی وہ اہلیت بھی نمایاں ہوئی جس کے تحت یہ شعبہ حاشیے پر زندگی بسر کرنے والی برادریوں، خصوصاً دیہی علاقوں میں ایسی برادریوں کو بااختیار بنا سکتا ہے کیونکہ یہاں امداد باہمی کے ادارے زراعت اور دودھ کی صنعت پر مبنی کاشت کے معاملے میں ان شعبوں کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جناب نریندر مودی کی فعال قیادت میں بھارتی حکومت نے امداد باہمی کے شعبے کو فروغ دینے کے معاملے میں اہم قدم اٹھائے ہیں۔ امداد باہمی کے اداروں کو فروغ دینے کے معاملے میں حکومت کی جانب سے جو اہم اقدامات کیے گئے ہیں ان سے امداد باہمی کے اداروں کا یہ پہلو نمایاں ہوتا ہے کہ یہ ادارے نہ صرف یہ کہ ماضی کی یادگاریں ہیں بلکہ ہم عصر اقتصادی اور سماجی ترقی کے معاملے میں ایک کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سہکار سے سمردھی تک کی تصوریت: امداد باہمی کے اداروں کے احیاء کے لیے لائحہ عمل

وزیر اعظم جناب نریندر مودی کی قیادت اور مرکزی وزیر داخلہ اور امداد باہمی کے اداروں کے وزیر امت شاہ کی رہنمائی نے بھارت کے امداد باہمی کے اداروں کے پیش منظر کے کردار کو ایک نئی شکل دینے میں ایک اہم کردار کیا ہے۔

ان کی رہنمائی میں بھارت جدید ترین امداد باہمی ڈھانچے کی جانب قدم بڑھا رہا ہے جو ڈیجیٹل معیشت کے مطالبے سے مربوط ہے۔ تکنالوجی کو امداد باہمی کے اداروں کے دائرے اور اثر انگیزی کو بڑھانے کے لیے بروئے کار لانے کی تصوریت افزوں طور پر ڈیجیٹل ہوتی دنیا کے لحاظ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ امداد باہمی کے اداروں کا مستقبل ان کی اس اہلیت میں مضمر ہے کہ وہ بدلتے وقت کے ساتھ بالیدہ ہو سکیں، جدید ترین ذرائع کو اثر انگیزی اور ہمہ گیری کو بہتر بنانے کے لیے بروئے کار لا سکیں اور انہیں مربوط بنا سکیں۔

ایک عالمی ایجنڈا: امداد باہمی کے ادارے اور ایس ڈی جی

ایک ایسا ملک جو اقتصادی عدم مساوات، موسمیاتی تبدیلی اور سماجی انتشار کا شکار ہے، امداد باہمی کے ادارے اس معاملے میں نمو کے حصول کے لیے ایک متبادل ماڈل فراہم کرتے ہیں ایک ایسا ماڈل جو مبنی بر شمولیت، جمہوری اور لچک پر مبنی ہو۔ امداد باہمی کے ادارے کا نمونہ یکجہتی، باہمی تقویت، اور جمہوری شراکت داری کی خوبی اسے منفرد طور پر کلیدی عالمی مسائل کا حل نکالنے کے لائق بناتی ہے۔ ایک ایسا فریم ورک فراہم کرنا جو عوام الناس کو فائدہ پہنچانے کو ترجیح دیتا ہو، اس معاملے میں امداد باہمی کے ادارے اس امر کو یقینی بناتے ہیں کہ اقتصادی سرگرمیوں کے فوائد مزید وسیع انداز میں منقسم ہوں۔ ناکافی طور پر سہولتوں کے حامل افراد کو بااختیار بنائیں اور سماجی فاصلوں کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوں۔

امداد باہمی تحریک کو ہمہ گیر ترقیاتی اہداف سے مربوط کر کے بھارت نے اپنے آپ کو ہمہ گیر اور مبنی بر شمولیت ترقی کے معاملے میں ایک عالمی علمبردار کے طور پر تسلیم کرایا ہے۔ مختصر طور پر امداد باہمی کے ادارے ایک مبنی بر شمولیت اور ہمہ گیر عالمی معیشت کے حصول کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

آگے کا راستہ: امداد باہمی پر مبنی ایک مستقبل

امداد باہمی کے ادارے محض ایک اقتصادی نظریہ نہیں ہے بلکہ وہ سماجی انصاف، اقتصادی مساوات اور ماحولیاتی ہمہ گیری کے اصول کے معاملے میں طاقتور وسائل بھی ہیں۔

وزیر اعظم جناب نریندر مودی کی قیادت میں، اور وزیر داخلہ اور امداد باہمی کے اداروں کے مرکزی وزیر امت شاہ کی رہنمائی میں سہکار سے سمردھی تک کی تصوریت 140 کروڑ افراد پر مبنی ہمارے ملک کے لیے ایک بہتر مستقبل تعمیر کر سکتی ہے۔ امداد باہمی کے اداروں کو سماجی اور اقتصادی ترقی کے ذرائع کے طور پر فروغ دے کر ہم ایک ایسی دنیا تخلیق کر سکتے ہیں جہاں خوشحالی ساجھیداری پر مبنی ہو، عدم مساوات کم سے کم ہو اور معاشرے بااختیار ہوں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ ہماری عالمی معیشت کا مستقبل امداد باہمی کے اداروں پر منحصر ہے اور امداد باہمی کے ادارے سب کے لیے ایک مبنی بر انصاف، مزید ہمہ گیر دنیا کی تعمیر کے معاملے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہم بچوں کو کیا پڑھاتے ہیں اور کیا لکھاتے ہیں

مختار احمد قریشی

تعلیم ایک ایسا ذریعہ ہے جو انسان کی شخصیت کو نکھارنے، کردار سازی، اور فکری ترقی کے لیے بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

لیکن تعلیم کا مقصد صرف نصابی علم فراہم کرنا نہیں، بلکہ ایسی فضا قائم کرنا ہے جس میں ہر بچہ اپنی صلاحیتوں کو پہچان سکے اور آزادانہ طور پر اپنی زندگی کے فیصلے لے سکے۔ والدین کا کردار اس عمل میں سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ بچے کی پہلی درس گاہ اس کا گھر ہوتا ہے۔

بچوں کی خودمختاری کی اہمیت۔

آج کل ہم والدین اپنے بچوں کو ضرورت سے زیادہ سہولت فراہم کر رہے ہیں۔ دس سال کے بچوں کو خود نہانے کی اجازت نہ دینا، ان کے بٹن باندھنا، اور تسمے باندھنا ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہونے سے روکتا ہے۔ یہ رویہ بچوں کو عملی زندگی میں خودکفیل ہونے سے باز رکھتا ہے۔ ہم اپنے بچوں کے لیے ہمدردی اور محبت کا مظاہرہ تو کرتے ہیں، لیکن ان کی شخصیت کو مضبوط بنانے کے لیے ضروری عملی اقدامات کم کرتے ہیں۔

بچوں کی خود انحصاری کی حوصلہ افزائی۔

والدین کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہر چھوٹا بچہ اپنی عمر کے مطابق مختلف ذمہ داریاں انجام دے سکتا ہے۔ پانچ سال کا بچہ اپنے کھلونے سمیٹ سکتا ہے، سات سال کا بچہ اپنا بیگ تیار کر سکتا ہے، اور دس سال کا بچہ اپنے کپڑے پہن سکتا ہے۔ لیکن اکثر والدین ان آسان ذمہ داریوں کو خود انجام دے کر بچوں کو ان کے کاموں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

والدین کی سوچ میں تبدیلی کی ضرورت۔

ہمارا معاشرتی رویہ اکثر بچوں کو انفرادی زندگی گزارنے سے روکتا ہے۔ والدین کو اس بات پر زور دینا چاہیے کہ بچے اپنی زندگی کے چھوٹے چھوٹے فیصلے خود کریں، مثلاً کیا پہننا ہے، کون سے کھیل کھیلنے ہیں، یا اسکول میں کون سے موضوعات پر زیادہ توجہ دینی ہے۔ لیکن اس کے برعکس، والدین اپنی مرضی بچوں پر تھوپ دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں بچے اپنی صلاحیتوں کو مکمل طور پر بروئے کار نہیں لا پاتے۔

جائز اور ناجائز مطالبات کی پہچان۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں کی ہر مانگ کو قبول کرنے کے بجائے ان کے مطالبات کے جائز اور ناجائز ہونے کا فیصلہ کریں۔ اگر بچہ کوئی غیر ضروری یا نقصان دہ چیز مانگے تو اسے سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ کیوں ممکن نہیں۔ اس کے بجائے، اگر وہ کوئی تعلیمی یا تخلیقی چیز مانگے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔

عملی اقدامات۔

1. ذمہ داریاں تفویض کریں: بچوں کو ان کی عمر کے مطابق روزمرہ کے کاموں کی ذمہ داری دیں تاکہ وہ خودمختاری کا تجربہ حاصل کریں۔

2. خود اعتمادی پیدا کریں: بچوں کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنے فیصلے خود کریں اور ان کے نتائج کو سمجھیں۔

3. مثالی رویہ اپنائیں: والدین کو خود بھی عملی زندگی میں خود انحصاری کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ بچے ان سے سیکھیں۔

بچوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے کے عملی طریقے۔

1. تعلیمی ماحول کی تشکیل۔

بچوں کی تعلیم صرف اسکول تک محدود نہیں ہونی چاہیے۔ گھر کے اندر ایسا تعلیمی ماحول تشکیل دیا جائے جہاں بچے سوال کرنے، تحقیق کرنے، اور تخلیقی طور پر سوچنے کی حوصلہ افزائی محسوس کریں۔ والدین بچوں کے لیے مثالی کتابیں فراہم کریں اور ان سے متعلقہ موضوعات پر تبادلہ خیال کریں تاکہ ان کا شعور وسیع ہو۔

2. بچوں کو اپنی غلطیوں سے سیکھنے کا موقع دیں۔

اکثر والدین بچوں کو غلطیاں کرنے سے روکنے کے لیے زیادہ محتاط رہتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ غلطیاں انسان کے سیکھنے کا اہم ذریعہ ہیں۔ بچوں کو اپنی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کے نتائج کا سامنا کرنے دیں تاکہ وہ اپنی زندگی میں درست فیصلے لینے کے اہل بن سکیں۔

3. فیصلہ سازی کی تربیت دیں۔

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو اپنی زندگی کے معمولی فیصلے خود کرنے دیں۔ جیسے:

کون سے کپڑے پہننے ہیں؟

کون سا مضمون زیادہ دلچسپ ہے؟

فارغ وقت میں کون سا کھیل کھیلنا ہے؟

یہ چھوٹے فیصلے بچوں کی زندگی کے بڑے فیصلوں میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

4. ایسی عادات پروان چڑھائیں جو خود انحصاری کو فروغ دیں

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو زندگی کے بنیادی کاموں میں شامل کریں، جیسے:

اپنی الماری کی ترتیب کرنا۔

اپنے کھانے کے برتن دھونا۔

اسکول بیگ تیار کرنا۔ یہ عادات نہ صرف خود انحصاری کو فروغ دیتی ہیں بلکہ بچوں کے اندر ذمہ داری کا احساس بھی پیدا کرتی ہیں۔

والدین کی تعلیم اور تربیت کی اہمیت۔

والدین بچوں کے لیے رول ماڈل ہوتے ہیں۔ اگر والدین خودکفیل ہوں، نظم وضبط کا مظاہرہ کریں، اور محنتی ہوں تو بچے خود بخود ان کے نقش قدم پر چلیں گے۔ لیکن اگر والدین خود اپنے روزمرہ کے کام دوسروں پر چھوڑ دیں تو بچوں کو یہ سیکھنے کا موقع نہیں ملتا کہ خودمختاری کیا ہوتی ہے۔

والدین کی تربیت کے اصول:

1. مثال بنیں: والدین کو خود ان عادات کا مظاہرہ کرنا چاہیے جو وہ بچوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

2. حوصلہ افزائی کریں: بچوں کی محنت اور کامیابی کی تعریف کریں تاکہ وہ مزید بہتر کارکردگی دکھانے کی تحریک محسوس کریں۔

3. سختی اور نرمی میں توازن: بچوں کے ساتھ نہ بہت زیادہ سختی کریں اور نہ ہی بے جا نرمی برتیں۔ متوازن رویہ بچوں کی شخصیت کو بہتر بناتا ہے۔

جدید تعلیم اور والدین کا کردار۔

جدید دور کی تعلیم کا مقصد بچوں کو تخلیقی، تحقیقاتی، اور مسائل حل کرنے والا بنانا ہے۔ لیکن والدین کا کردار یہاں بھی بہت اہم ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی روایتی سوچ کو بدلیں اور بچوں کے لیے تعلیمی سہولتیں فراہم کریں جو ان کی دلچسپی کے مطابق ہوں۔

ٹیکنالوجی کا درست استعمال۔

ٹیکنالوجی آج کے دور کا اہم حصہ ہے، لیکن اس کا درست استعمال سکھنا بھی ضروری ہے۔ والدین کو چاہیے کہ:

بچوں کو تعلیمی ایپس اور گیمز فراہم کریں۔

ٹیکنالوجی کا زیادہ استعمال کرنے سے بچائیں اور جسمانی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

بچوں کے جذباتی پہلوؤں کی پرورش۔

تعلیم کا ایک اہم مقصد بچوں کے جذباتی پہلوؤں کی پرورش کرنا بھی ہے۔ صرف عقلی یا ذہنی نشوونما کافی نہیں، بلکہ بچوں کے جذبات کو سمجھنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا بھی ضروری ہے۔

1. بچوں کے جذبات کو سمجھیں۔

بچے اکثر اپنے جذبات کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔ والدین کو ان کے رویے کو سمجھنا چاہیے اور ان کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے۔

2. بچوں کے ساتھ وقت گزاریں۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں، ان کی دلچسپیوں کو سمجھیں، اور ان کی باتوں کو اہمیت دیں۔ یہ عمل بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔

3. تنقید کے بجائے حوصلہ افزائی کریں۔

اگر بچے کسی کام میں ناکام ہو جائیں تو ان پر تنقید کرنے کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی کریں اور انہیں دوبارہ کوشش کرنے کا موقع دیں۔

تعلیم جو سب کے لیے لسانیات پیدا کرے، وہی اصل تعلیم ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو زندگی کی حقیقتوں کے لیے تیار کریں، ان کی خودمختاری کو فروغ دیں، اور انہیں جذباتی طور پر مضبوط بنائیں۔ معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی اور بچوں کی پرورش کے روایتی طریقوں کو جدید تعلیمی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔

یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جہاں ہر فرد اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نہ صرف اپنی زندگی کو بہتر بنا سکے بلکہ دوسروں کے لیے بھی مثال بن سکے۔

+918082403001

وضاحت: اِس شمارے میں شامل اشاعت، مضامین، تبصروں وغیرہ سے اِدارے کا کلی یا جُزوی طور متفق ہونا لازمی نہیں۔۔۔۔ اِدارہ
کالم نویس/قلمکار اپنے کالم/مراسلے lazawaljammu@gmail.com پر ارسال کریں